# فروغِ تعلیم
# آسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

## The Progress of Education in the light of Prophetic Model

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر*

## ABSTRACT

Education has been considered the core value of human life. Religion and education are interrelated. The preaching of religion depends upon the education and training. Our holy Prophet (SAW) was an ideal educationist not only of his times but for the future generations as well.

The article deals with the importance of education in the light of prophetic model. Prophet Mohammad (SAW) has emphasized on education and guidance of Muslims. He has established many educational policies for the Muslims which include Treaty of Madina, brotherhood of Muslims, construction of masajid, establishment of Suffa. These initiatives provided a ground work for future generations in shaping their educational syllabus and policies.

***Keywords:*** Education, Prophet (SAW) as Educationist, Educational policies of Islam, Religious education. Educational syllabus of Prophet (SAW).

---

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ سرگودہا یونیورسٹی سرگودہا

## تعلیم کا مفہوم:

انگریزی میں تعلیم کے لیے لفظ (Education) (۱) استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ لاطینی زبان کے لفظ (Educare) سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی تربیت دینے کے ہیں (۲)۔ انسائیکلوپیڈیا آف ڈکشنریز کے مطابق تعلیم انسانی ذہن اور مختلف اعضاء کو مہذب و تربیت یافتہ بنانے کا نام ہے (۳)۔

اس اعتبار سے اس کا فاعل معلم (Educator) وہ شخص ہے جو انسانی ذہن اور اس کے مختلف اعضاء کی تہذیب اور تربیت کرتا ہے۔اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم مصدر ہے۔اس کا مادہ علم (ع،ل،م) ہے۔ یہ جہل کی ضد ہے۔ مفردات القرآن میں ہے۔(العلم ادراك الشيء بحقيقته) (۴) کسی شئے کی حقیقت کا ادراک علم کہلاتا ہے۔ یہ دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ اوّل: إدراك ذات الشيء (کسی شئے کی ذات کا ادراک)۔

دوم: **الحكم على الشيء بوجود شيء هو موجود له أو نفس شيء هو منفي عنه (۵)**

(کسی شئے پر حکم اس کے ہونے کا حکم لگانا جو اس کے لیے موجود ہے یا نفس شئے پر لگانا جو اس میں موجود نہیں ہے)۔

تعلیم انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں اسی تعلیم کی وجہ سے انسان جانوروں سے ممیّز ہوتا ہے۔ وہ بہیمیت سے نکل کر دائرہ انسانیت میں داخل ہوجاتا ہے۔ علم کا پہلا مرحلہ خاموشی ہے۔ دوسرا مرحلہ سننا ہے۔ تیسرا مرحلہ حفظ کرنا اور آخری مرحلہ اسے آگے پھیلانا ہے (۶)۔

## ۲۔ فلسفہ تعلیم:

تعلیم صرف تدریس علم ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے سے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے، اور یہ عمل اس قوم کو تشکیل دینے والے افراد کے احساس و شعور کو نکھارنے کا ذریعہ ہوتا ہے یہ نئی نسل کی وہ تعلیم و تربیت ہے جو اسے زندگی گزارنے کے تمام طریقوں کا شعور دیتی ہے (۷)۔

ایک قوم کی زندگی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ تعلیم ان تمام طبعی و حیاتیاتی، اخلاقی و سماجی اثرات کا

احاطہ کرتی ہے جو فرد اور قوم کی طرز زندگی کی تشکیل کرتے ہیں (۸)۔

### ۳۔ مذہب اور تعلیم کا تعلق:

مذہب اور تعلیم کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر تعلیم نہ ہو تو مذہب اور اس کی تعلیمات کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں بلکہ علم کی روشنی سے کیا ہے۔ تخلیق آدم کے بعد خالق کائنات نے انسان کو سب سے پہلے جس چیز سے سرفراز کیا وہ علم تھا اور علم ہی انسان کو باقی تمام مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے علم کو اوّلین ضرورت قرار دیا ہے۔اس کے برعکس دیگر مذاہب نے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم مذہب سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔

### ۴۔ مذاہب عالم میں تصور تعلیم:

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب عالم میں کسی نہ کسی صورت میں تصور تعلیم ضرور ملتا ہے۔ ان مذاہب کے نزدیک بھی حصول علم ایک ابدی امر تھا۔

**ہندومت:** ہندو اپنے بچوں کو سنسکرت کی تعلیم دیتے تھے، گو ہندو معاشرہ ذات پات کی جکڑ بندیوں میں منقسم تھا اور نچلی ذات کے لوگوں پر حصول تعلیم کے دروازے مکمل طور پر بند تھے۔ اگر وہ غلطی سے وید کا کلام سن بھی لے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کہیں نہ کہیں سے چھپ چھپا کر سنسکرت اور دیگر مذہبی تعلیم ضرور حاصل کرلی جائے (۹)۔

**بدھ مت:** بدھ مت میں ہر شخص کو بلا تفریق نسل وذات حصول تعلیم کی اجازت تھی۔ ہندو معاشرہ کی جکڑ بندیوں سے تنگ افراد نے راہ فرار اختیار کرکے بدھ مت کو اپنا لیا۔ بدھ مت میں نرمی اور آسانی تھی۔ معاشرتی درجہ بندی اور طبقاتی نظام نہ تھا۔ اپنے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے شودر اور کھشتریوں نے اس مذہب کو گلے لگایا۔ اس طرح گوتم بدھ کی زندگی میں بھی سادہ نظام تعلیم موجود تھا۔ جس کی خود گوتم بدھ سرپرستی کرتے اور اپنے ماننے والوں کو پند ونصائح کرتے رہے (۱۰)۔

**کنفیوشس ازم:** تعلیم کا تصور کنفیوشس ازم میں بھی ملتا ہے وہ اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیا کرتا تھا

کہ اپنے اپنے حقوق وفرائض خلوص سے ادا کرنا معاشرے میں بگاڑ اور فساد کو دور کرتا ہے۔وہ اپنے پیروکاروں کو یہ بھی بتاتا کہ بنیادی انقلاب اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ ومقام کا خیال نہ رکھے (۱۱)۔

**زرتشت مذہب:** زرتشت مذہب میں بھی تعلیم کے آثار ملتے ہیں۔مثلاً زرتشت اپنے ماننے والوں کو افکار کی پاکیزگی کا درس دیتا ہے زرتشت کے بقول: اگر انسان کے افکار میں پاکیزگی اور صفائی آجائے تو اعمال میں درستگی خود بخود آجاتی ہے (۱۲)۔

گویا تعلیم کا تصور ہر مذہب میں کسی نہ کسی انداز میں موجود رہا ہے۔خواہ وہ پندونصائح کی صورت میں ، درس وتدریس ہوتی یا باقاعدہ مکتب کی صورت میں۔

**۵۔ قبل از اسلام عربوں کی تعلیمی حالت:**

اگرچہ عربوں میں دور جدید کی طرز پر کالجوں اور یونیورسٹیوں کا نظام نہیں تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں تعلیم وتدریس ایک معروف عمل تھا۔ عربوں نے فن کتابت حیرہ سے سیکھا تھا۔جفینہ العبادی ایک نصرانی عالم تھا وہ حیرہ سے مدینہ منورہ میں کتابت کی تعلیم دینے آیا تھا۔عربی کے مشہور شاعر المرقش الاکبر کے باپ نے مرقس اور اس کے بھائی حرملہ کو اہل حیرہ کے ایک نصرانی کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ انہیں لکھنا پڑھنا سکھائے (۱۳)۔

جزیرہ عرب جنوبی اور مغربی حصوں سے ہزاروں عربی کتبات کا انکشاف ہوا ہے۔جو دور جاہلیت میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ کتبات مختلف عربی لہجوں میں ہیں۔ اکثر کتبات کی عبارتیں قرآنی لغت میں ہیں ان کی تحریریں نثر میں ہیں (۱۴)۔

کسی بھی معاشرہ کی علمی بلندی کا اندازہ اس کی لغت اور ادب سے لگایا جاتا ہے۔ عربی لغت میں ایسے بے شمار الفاظ ملتے ہیں جو تعلیمی سرگرمی کے لیے آلات کا کام دیتے تھے۔

مثلاً لفظ علم، قلم، قرطاس، دوات، مداد، لوح، صحف، کتاب اور مجلّہ وغیرہ۔ ان میں سے اکثر الفاظ تو خود قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔اور یہ ناممکن ہے کہ قرآن مجید کی زبان میں وہ الفاظ آئیں جن سے

عرب نامانوس ہوں۔ یہ الفاظ یونانی، فارسی، سریانی، اور قبطی زبان کے تھے۔ عربوں نے انہیں معرب کر لیا تھا۔ قرآن پاک کی ایک سورہ کا نام ہی "القلم" ہے اس کی پہلی آیت ہے:

﴿ ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ (۱۵) (اور قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں)۔

قلم کا یہ لفظ شعراء جاہلیت کے ہاں اکثر ملتا ہے مثلاً لبید، عدی بن زید العبادی، المرقش اور اُمیہ بن ابی الصلت وغیرہ۔ ان شعراء کا تعلق مختلف ادیان سے تھا۔ اُمیہ بن ابی الصلت کہتا ہے:

" قَوْمٍ لَهُم سَاعَةَ الْعَرَاقِ اِذَا سَارُوْا جَمِيْعًا وَالْخَطُّ وَالْقَلَمْ " (۱۶)

(وہ قوم ایسی ہے جس کی وسعت عراق جیسی ہے جب وہ مل کر چلتے ہیں تو ان کے ساتھ خط اور قلم بھی چلتے ہیں)۔

جن اشیاء پر عرب کتابت کرتے تھے ان میں پتھر، لکڑی، مٹی، درختوں کے پتے، چمڑا، قراطیس، صحیفہ، بڑے بڑے دفتر، اونٹ کے شانے کی ہڈی، سفید پتھر (لخاف)، کھجور کی چھال (عسب)، سفید چمڑا (قضم) اور اسکے علاوہ درختوں کی انتہائی گہری اور دبیز چھال (کرنق) وغیرہ شامل تھے (۱۷)۔

لکھائی کے لیے "قتب" بھی استعمال ہوتا تھا۔ یہ اونٹ کی کوہان کے برابر ایک چھوٹا سا مشکیزہ ہوتا ہے یہ چمڑے کا بھی ہوتا تھا اور لکڑی کا بھی (۱۸)۔

کتابت کے لیے الواح بھی استعمال ہوتی تھیں۔ یہ الواح پتھر، لکڑی یا کسی نرم ملائم ہڈی سے بنائی جاتی تھیں۔ مثلاً قرآن پاک میں ارشاد باری ہے: ﴿ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾ (۱۹) (بلکہ یہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے)۔

اوراق پر بھی کتابت ہوتی تھی۔ کاغذ کے علاوہ رقیق چمڑے کو بھی ورق کہتے ہیں۔ بعض اوقات مصحف کے اوراق بھی اس رقیق چمڑے کے ہوتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چمڑے کو یہ نام درخت کے پتوں کی مناسبت سے دیا گیا ہے کیونکہ ورق کا معنی پتا ہے۔ یہ وہ ورق ہوتے تھے جو کپاس کو چھک دے کر یا روئی کو بُن کر بنائے جاتے تھے۔ یہ بلاد شام اور

مصر سے بن کر آتے تھے (۲۰)۔

زمانہ جاہلیت میں مصحف کا لفظ بھی عام تھا اور نبی ﷺ سے قبل عربوں میں صحائف کا وجود تھا۔ مصحف اسے کہا جاتا ہے جس میں لکھے ہوئے کئی صحیفے ہوں اور جنہیں جلدوں میں محفوظ کرکے بند کر دیا گیا ہو۔

قرآن مجید کو بھی مصحف کہا گیا ہے: ﴿إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ○ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى﴾ (۲۱) (یہ (قرآن کی تعلیم) پہلے صحیفوں میں بھی ہے مثلاً ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں)۔

عربی میں لکھنے کے لیے لفظ کتب استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ قبل از اسلام عربی لغت میں موجود تھا۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ متعدد بار آیا ہے۔ اس سے مراد ایسا صحیفہ ہے جس میں کوئی چیز لکھی جائے (۲۲)۔

قراء کا لفظ بھی زمانہ جاہلیت کا ایک معروف لفظ ہے۔ خود لفظ "اقرأ" وحی کا پہلا لفظ ہے۔ اس سے قاری اور مقری بنا ہے۔ عرب لوگ اپنے خطوط کی ابتداء میں "باسمك اللّٰهُمَّ" لکھا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتداء اُمیہ بن ابی الصلت نے کی تھی۔ بعد میں اہل مکہ نے اسے اپنی خطوط نویسی کا اصول بنالیا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی ابتداء میں "باسمك اللّٰهُمَّ" لکھا کرتے تھے۔

لیکن سورۃ ھود کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے "بسم اللہ" لکھنا شروع کر دیا اور جب سورۂ بنی اسرائیل نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے "الرحمن" کا اضافہ کیا۔ اور جب سورۃ نمل نازل ہوئی تو "الرحیم" کا بھی اضافہ کر دیا (۲۳)۔

### ۶۔ تعلیم کی فضیلت و اہمیت:

کہا جاتا ہے کہ جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں وہ جانور ہے کیونکہ علم وہ عظیم صفت ہے جو انسانوں کو شرف انسانیت بخشتا ہے اور علم ہی نے انسان کو مسجود ملائکہ بنایا۔

جب سید المرسلین ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا تو سب سے پہلا حکم تعلیم کے بارے میں ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (۲۴) (پڑھو (اے نبیؐ) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ

جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمھارا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا)۔

عرب کے حالات کے پیش نظر پہلا اعلان توحید کا بھی ہو سکتا تھا کیونکہ بت پرستی اور شرک عام تھا۔ پہلا اعلان رسالت کا بھی ہو سکتا تھا، کیونکہ خالق و مخلوق کا ٹوٹا ہوا رشتہ اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعے ہی جُڑ سکتا تھا۔ پہلا حکم قیامت کے بارے میں بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یوم آخرت پر یقین آنے سے تمام اعمال وعقائد کو اپنانا آسان ہو جاتا ہے۔ پہلا اعلان انسانی حقوق کے بارے میں بھی ہو سکتا تھا، کیونکہ وہ پامال ہو رہے تھے۔ پہلا اعلان اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے بارے میں بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے ساتھ موصوف ہونے کی صورت میں کامل انسان بن سکتا ہے۔ پہلا اعلان اللہ کی عبادت، شکر، صبر، جہاد اور ذکر اللہ کے بارے میں بھی ہو سکتا تھا۔ مگر سب سے پہلے پڑھنے کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے خود سرکار دوعالم ﷺ کو تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلند اخلاق بنایا۔

ارشاد ربّانی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيْم﴾ (۲۵) (اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو)۔

ایک ارشاد یہ بھی ہے۔﴿ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم ﴾(۲۶) (انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا)۔

قرآن پاک نہ صرف تعلیم و تعلم کی دعوت دیتا ہے بلکہ وہ طالب علم کے جذبے کو اُبھارتا ہے، آیات الٰہیہ میں تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے اور علم حاصل کرنا ہر معاشرے کے چند لوگوں کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید نے علم کی اسی ضرورت اور اہمیت کو کہیں ليتفقهوا في الدين اور کہیں معلم اور متعلّم کے مناقب وفضائل بیان کرکے واضح کیا ہے۔

﴿ فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُون﴾ (۲۷) (مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصّہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے)۔

قرآن مجید میں ہے جو لوگ علم نہیں جانتے وہ صاحبان علم سے سوال کریں۔ ارشاد ہے: ﴿ فَاسْأَلُوا أَهلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾(۲۸) (اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)۔

اہل علم کے درجات کی بلندی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۲۹) (ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟)۔

خشیت الٰہی کا مرکز بھی اہل علم کے دلوں کو قرار دیا ہے فرمایا:﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء إِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ غَفُورٌ﴾ (۳۰) (حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے)۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے متعدا قوالات سے علم کی ضرورت و اہمت اور معلم و متعلّم کے آداب ظاہر ہوتے ہیں اس ضرورت اہمیت کی وجہ سے صحاح ستہ کے مؤلفین نے علم کے حوالے سے علیحدہ باب بنایا ہے اور علم کی ضرورت اور اہمیت پر احادیث درج کی ہیں۔

((من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتى يرجع))(۳۱)

(جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلا ہو واپس آنے تک اللہ کی راہ میں نکلا ہوا شمار ہو گا)۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ((تدارس العلم ساعة من الليل خير من إحياها))(۳۲)

(رات کی ایک گھڑی میں علم کا باہم تکرار و تدارس پوری رات عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:((فضل هذا العالم الذی يصلی المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذى يصوم النهار ويقوم الليل كفضلی على أدناكم رجلاً ))(۳۳)

(اس عالم کی فضیلت جو فرائض کے ادا کرنے کے بعد لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو عبادت میں گزارے اتنی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر)۔

رسول اکرم ﷺ علم کی قدر و قیمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ((من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین)) (۳۴) (اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دینی بصیرت عطا کرتے ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فقیه واحدٌ أشد علی الشیطان من ألف عابد'' (۳۵) (ایک فقیہ شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے)۔

نیز (( طلب العلم فریضة علی کل مسلم)) (۳۶) (حصول علم ہر مسلمان پر واجب ہے)۔

حدیث نبوی ہے (( لا حسد إلا فی اثنتین رجل أتاه الله مالا فسلّطه علی هلکته فی الحق ورجل أتاه الله حکمة فهو یقضی بهما ویعلمها )) (۳۷) (دو چیزوں کے سوا کسی پر حسد جائز نہیں وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق کی راہ میں صرف کرنے پر لگا دیا، دوسرا وہ جسے حکمت عطا فرمائی وہ اس سے فیصلے کرتا ہے اور اسے سکھاتا ہے)۔

## ۷۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم:

معلم انسان کی تہذیب و تربیت کرنے والے کو کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے بحیثیت معلم رسول اللہ ﷺ کے فرائض یوں بیان کیے ہیں: ﴿ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (۳۸) (ان کی زندگی سنوارتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

قرآن مجید کی رو سے محمد ﷺ کا سب سے بڑا منصب خدا کی تعلیمات کو کھول کھول کر لوگوں تک پہنچانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ (۳۹) (اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس کی تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اُتاری گئی ہے)۔

اس فریضہ کو سرانجام دینے والے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

(( إنما بعثت معلما )) (۴۰) (مجھے تو سکھانے والا ہی بنا کر بھیجا گیا ہے)۔

لہٰذا یہ بات قرآن مجید اور ارشادات رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ معلم، انسان کی مکمل تربیت کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

## ۸۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی پالیسی:

رسول اللہ ﷺ نے جس انداز سے اُمت کو تعلیم دی ہے اور جس قدر مختصر مدت میں دی ہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

رسول اکرم ﷺ کے اقوال اور اعمال و کردار سے اس وقت کے معاشرے میں انقلاب آیا اور آپ ﷺ نے اس معاشرے کو انسانیت کی اعلیٰ معراج تک پہنچا دیا۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیمی پالیسی کا اصل آغاز ہجرت مدینہ کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں استحکام نہ تھا آپ ﷺ نے مدینہ میں دس برس گزارے۔ اس قلیل مدت میں آپ ﷺ نے اس ریاست کو ہر پہلو سے مکمل کرنے کی انتھک کوششیں کی: دن کا چین اور رات کا آرام آپ ﷺ نے اس ریاست کو مستحکم کرنے میں صرف کر دیا۔

آپ کی چشم بصیرت دیکھ رہی تھی کہ جب تک معاشرہ سیاسی لحاظ سے مستحکم نہ ہوگا اور بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون نہ ہوگا یہاں علمی ترقی نہیں ہوگی۔ فنون لطیفہ کو فروغ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ معاشرے کو اندرونی خلفشار اور معاشی ابتری سے بچانے کی خاطر آپ نے فوری طور پر تین اہم قدم اٹھائے۔

**میثاقِ مدینہ**: اس کی رُو سے مدینہ کے تمام گروہ مع قبائل یہود یکجا ہو گئے۔ تنازعہ کی صورت میں آپ ﷺ کا فیصلہ حتمی ہوتا۔

**مؤاخات**: اس اقدام کے تحت ایک مہاجر ایک انصاری مسلمان کا بھائی بنا دیا گیا جو اس کی معاشی کفالت کا ذمہ دار تھا۔

**مسجد**: مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مرکز کا قیام ضروری تھا جس کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کے ساتھ مسلمان طلبہ کی رہائش کے لیے علیحدہ جگہ مخصوص کر دی گئی جسے صفہ کہا جاتا ہے۔

**ا۔ابتدائی لازمی تعلیم:** بچے ہر ریاست کے لیے تخلیقی اور پیداواری قوت ہوتے ہیں۔ ہر ریاست کا اوّلین فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام نو نہالوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔ دورِ نبوی میں تعلیم بغیر کسی تعصب اور تفریق کے عام کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے ابتدائی تعلیم میں بچوں کے لیے تعلیم کو لازمی قرار دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی ﴿ وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم ﴾ کی تفسیر کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔

((حق الوالد على الوالد أن يعلمه الكتابة والسباحة والرمى)) (۴۱) (اولاد کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ باپ اپنے بچے کو جہاں تیرنا اور تیر چلانا سکھائے وہاں اسے لکھنا پڑھنا بھی سکھائے)۔

امام جصاص نے سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ ﴿ يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وأَهْلِيْكُمْ نَاراً ﴾ (اے ایمان والو! تم اپنے آپ اور اپنے خاندان کو دوزخ سے بچاؤ) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ ہم اپنی اولاد اور خاندان کو دین و خیر خواہی کی ہر قسم کی تعلیم دیں جس طرح نبی پاک ﷺ کو حکم دیا گیا ہے (۴۲)۔

علامہ طرطوشی اپنی مشہور کتاب "سراج الملوک" میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام شیوخ اور نوجوانوں سب کو سلام کرتے اور سبھی سے قرآن و سنت کا علم حاصل کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ علم کے سمندر اور فقہ و حکمت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ اگر بچپن میں علم حاصل کیا جائے تو وہ دماغ میں ایک طویل عرصہ تک راسخ رہتا ہے اس عمر میں علم کی فروعات جلد ازبر ہو جاتی ہیں (۴۳)۔

انسان کی حیات بہت مختصر ہے بچپن شباب اور بڑھاپا ان سب مراحل کے فرائض مختلف ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کا بہترین وقت ملازمت یا شادی سے قبل کا ہے۔ امام بخاری حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں:
"تعلموا قبل ان تتزوجوا" (۴۴) (شادی سے پہلے علم حاصل کرو)۔

**۲۔ تعلیم بالغاں:** ایسے افراد جو کسی معاشی مجبوری یا کسی دوسری وجہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ گئے ہوں اور ان کی عمر زیادہ ہو گئی ہو ان کی تعلیم میں مدد دینا تعلیم بالغاں کہلاتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے مدینہ میں آ کر فوری طور پر تعلیم بالغاں کی ابتدا کی تاکہ کوئی علم کی نعمت سے محروم نہ رہ جائے۔ بعض شیوخ کا خیال ہے کہ بڑی عمر میں تعلیم حاصل کرنا چھوٹی عمر کی نسبت زیادہ استحکام اور پختگی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ بڑی عمر میں دل و دماغ یکسو ہوتے ہیں۔ اکثر صحابہ کرام نے اس وقت تعلیم حاصل کی جب وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے اور آخری عمر میں ہی وہ علم کے سمندر ثابت ہوئے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ سے دس آیات سنتے تھے تو جب تک ان آیات کا علم اور احکامات سیکھ کر عمل نہ کر لیتے تھے حضور ﷺ انہیں آگے سبق نہیں دیتے تھے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں ((**ما بعث الله نبيا إلا وهو شاب ولا أوتي عالم علما إلا وهو شاب**)) (۴۵) (اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر جب وہ جوان تھا اور کسی عالم کو علم نہیں دیا مگر جب وہ جوان ہوا)۔

**۳۔ تعلیم نسواں:** حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح بچوں اور بالغوں کی تعلیم پر زور دیا اس طرح عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دیا۔ اسلام سے قبل عورتوں کے حقوق متعین نہ تھے۔ اسلام نے عورتوں کو دیگر حقوق کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا بھی حق دیا۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ((**من كانت له ثلاث بناتٍ او ثلاث اخواتٍ او ابنتان او اختان فأحسن صحبتهنّ واتّقى الله فيهنّ فله الجنة**)) (۴۶) (جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور اس نے ان کی بہترین تعلیم و تربیت کی اور ان کے مستقبل کے بارے میں خدا سے ڈرتا رہا تو اس کے لیے جنت ہے)۔

یہ حکم آزاد عورت کے لیے ہے۔ اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے ((**ثلاثة لهم أجران: رجل من أهل الكتاب آمن بنبيّه وآمن بمحمّد ﷺ والعبدُ المملوك إذا أدّى حقّ الله وحقّ مواليه ورجل كانت عنده أَمة يطأها فادّبها فأحسن تاديبها، وعلّمها فأحسن تعليمها، ثمّ أعتقها فتزوّجها، فله أجران**)) (۴۷) (تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا اجر ہے۔ ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمدؐ پر ایمان لائے اور (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے

پاس لونڈی ہو جس سے شب باشی کرتا ہو اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے)۔

رسول اکرم ﷺ نے تعلیم کے سلسلے میں مرد و زن کو یکساں اہمیت دی آپ ﷺ نہ صرف مردوں کو تعلیم دیا کرتے تھے بلکہ عورتوں کے لیے بھی ایک دن مخصوص کیا جس میں انہیں تعلیم دی جاتی تھی ((**قالت النّساء للنبي ﷺ غلبنا عليك الرّجال، فاجعل لنا يوماً من نفسك فوعدهنّ يوماً لقيهنّ فيه فوعظهنّ وامرهنّ**)) (۴۸) (عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مرد اجر کے لحاظ سے ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے آپ اپنی طرف سے ہماری تعلیم کے لیے کوئی دن خاص فرما دیں تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرما لیا۔ اس دن آپ نے عورتوں سے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور (مناسب) احکام سنائے)۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی تعلیم کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ہفتے میں ایک دن مخصوص فرمایا تھا جس میں عورتوں کو نصیحت کرتے تھے۔ البتہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ علم کا حصول اگر مرد سے ہو تو مکمل پردے میں ہو۔

۴۔ **تعلیم میں اجارہ داری کا خاتمہ**: اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے حصول علم کو ہر انسان کا حق قرار دیا اور اس سلسلے میں کسی قوم یا جماعت کے قبضے اور اجارہ داری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا دنیائے انسانیت پر بڑا احسان ہے کہ آپ نے علم کو پانی، ہوا اور روشنی کی طرح عام کر دیا ورنہ اس سے پہلے علم و تعلم پر راہبوں، پنڈتوں، جادوگروں اور کاہنوں کی اجارہ داری تھی۔

ایک بار رسول ﷺ کی مجلس میں غریب اور نادار صحابہ کرام تشریف فرما تھے کہ چند مالدار کافر آئے اور کہا ہم آپؐ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں مگر اس شرط پر کہ ان غریب افراد کو اپنے سے دور کریں۔ رسول اکرم ﷺ وحی الٰہی کا انتظار کرنے لگے۔ وحی نازل ہوئی:

﴿ **وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاة وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجهُهُ** ﴾(۴۹) (جو لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اسے پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور مت کیجئے)۔

رسول اکرم ﷺ نے علم کو عام کرنے کے لیے فرمایا: (( **تعلموا العلم علموه الناس، تعلموا الفرائض وعلموه الناس، تعلموا القرآن وعلموه الناس** )) (۵۰)(علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ)۔

نیز ارشاد فرمایا ((**الكلمة الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو أحق بها** )) (۵۱)(حکمت تو مومن کی گمشدہ میراث ہے وہ اسے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے)۔

اسلام نے جہاں یہ حکم دیا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی کوئی فضیلت نہیں وہاں اقراء ، لیتفقھوا، تفکروا اور تدبروا کے حکم کو عام کر دیا اقراء اور تفکروا کے ساتھ کسی جماعت کسی عربی یا عجمی کو مخصوص نہیں کیا اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اور اسکی تعلیم عام ہے۔

**۵۔حصول علم میں مسلم اور غیر مسلم میں عدم تفریق:** تعلیم کے معاملہ میں حضور ﷺ کی پالیسی غیر متعصبانہ تھی آپ اپنی قوم و ملت کے ہر آدمی کے لیے تعلیم عام کرنے کا پختہ عزم رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف علم کو حاصل کرنے کی ترغیب دی بلکہ ایسے انتظامات کیے جن کے باعث علم کا حصول آسان تر ہو جائے۔ آپ ﷺ نے علم حاصل کرنے اور تعلیم دینے میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق روا نہ رکھا۔ بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں سے بھی علم حاصل کیا۔

جنگ بدر میں بہت سے کافر قیدی ہوئے جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ان قیدیوں میں سے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا، رسول ﷺ نے ان سے مالی فدیہ طلب کرنے کے بجائے، یہ فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور آزاد ہو جائے۔ انہیں بچوں میں حضرت زیدؓ بن ثابت بھی شامل تھے۔ انہیں عبداللہ بن سعید بن العاص نے لکھنا پڑھنا سکھایا تھا(۵۲)۔

ایک عیسائی لوہار بلعام نامی تھا۔ حضور ﷺ اسے پڑھایا کرتے تھے۔ اس کی زبان عجمی تھی مشرکین مکہ آپؐ کو طعنہ دیتے تھے کہ محمدؐ بلعام سے سیکھ کر آتا ہے(۵۳)۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:﴿ **وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُه بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُونَ إِلَيْه أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْن** ﴾(۵۴)(بے شک ہم جانتے ہیں مشرک کہتے ہیں کہ محمد کو کوئی

آدمی سکھاتا ہے حالانکہ جس زبان کی طرف یہ اشارہ کر رہے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ زبان عربی ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے)۔

صحابہ کرامؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں حصول علم کے لیے ہمہ وقت مشغول ہوگئے ۔ عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں "میں اور میرا باپ علم کی تلاش میں انصار کے قبائل کی طرف نکلے۔ پہلا شخص جس سے ہماری ملاقات ہوئی وہ ابوالیسر تھا(۵۵)۔

## ۹۔ عہد رسالت کا تعلیمی نصاب:

### ا۔ نصاب کا مفہوم:

نصاب عربی زبان کے لفظ منہاج کے مترادف ہے۔ کسی منزل تک پہنچنے کا راستہ، ذریعہ اور طریقہ۔ گویا حصول علم کے لیے جو راستہ اور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، نصاب کہلاتا ہے۔

### ۲۔ نظریۂ نصاب:

نصاب، تعلیمی نظام کا ایک اہم عنصر ہے اور طالب علم کے ذہنی اور عملی رویے کی تشکیل میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نصاب کسی بھی تعلیم نظام کا عکس ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اس نظام کو تشکیل دینے والے اور اسے نفاذ کرنے والے اس سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نصاب ایک ایسا جامع تعلیمی منصوبہ یا پروگرام ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں اساتذہ، طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔

عہد رسالت ﷺ میں نصاب کی دو صورتیں تھیں: ا۔بنیادی نصاب ۲۔ہم نصابی سرگرمیاں

**ا: بنیادی نصاب:** بنیادی نصاب میں مندرجہ ذیل مضامین بنیادی حیثیت رکھتے تھے یہ ایک نظریاتی نصاب تھا جس کا لکھنا، پڑھنا، حفظ کرنا اور امتحان دینا ضروری تھا۔

| | |
|---|---|
| ا۔ قرآن مجید۔ | ۲۔ حدیث نبوی |
| ۳۔ فقہ | ۴۔ تاریخ وانساب |
| ۵۔ علم الحساب وعلم الفرائض | ۶۔ علم طب |

۷۔ علم الافلاک ۸۔ لغت العرب

۹۔ عصری زبانوں کا سیکھنا

**۱۔قرآن مجید:** یہ اسلامی تعلیم کا سب سے اہم مضمون تھا۔ابتدا سے ہی اس کی تعلیم شروع ہو جاتی تھی جن صحابہ کرام کے پاس قرآن لکھا ہوا موجود تھا ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر بن الخطابؓ ۲۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب

۳۔ حضرت ابی بن کعبؓ ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۶۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

۷۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکرؓ ۸۔ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ

۹۔ حضرت اِم سلمہؓ ۱۰۔ حضرت عثمانؓ (۵۶)۔

**۲۔حدیث نبوی:** اسلامی نصاب کا دوسرا لازمی مضمون حدیث تھا۔رسول اللہ نے احادیث کو یاد رکھنے اور نشر کرنے کی ترغیب دی عہدِ رسالت میں قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کو قلم بند کرنے کا اہتمام بھی تھا۔پروفیسر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق کے مطابق ۵۲ صحابہ کرامث کے پاس احادیث کے مجموعے تھے۔جن میں سے چند کے نام قابل ہیں: ابو بکر صدیقؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو موسیٰ الاشعریؓ، ابوہریرہ، ابی بن کعبؓ، اسماء بنت عمیسؓ، انس بن مالکؓ، ام المومنین عائشہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، علی بن ابی طالبؓ، زید بن ثابت الانصاریؓ وغیرہ۔

صحابہ کرام شوق سے احادیث کو یاد کرتے تھے اور آنحضرت کی عدم موجودگی میں دہراتے تھے۔رسول اللہ نے ان کو یاد رکھنے اور پھیلانے کی ترغیب دی۔

**((نضر اللہ امرء سمع منا شیئًا فبلغه کما سمعه فرب مبلغ أوعی من سامع))** (۵۷) (اللہ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور اسے آگے پہنچادیا جیسا اس نے سنا تھا بعض اوقات جسے یہ پیغام پہنچایا جائے گا وہ آج سننے والوں سے زیادہ عقل مند ہوگا)۔

۳۔ **فقہ :** تیسرا اہم مضمون فقہ تھا۔ صحابہ کرام اپنے جدید مسائل کے استنباط کے لیے حدیث کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔اس کے بعد اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے۔

خود حضرت علیؓ نے فقہ پر کتاب لکھی۔ ابو جھینہ نے ایک بار حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''نہیں۔ ہاں اللہ کی کتاب ہے۔ یا وہ ''فہم'' جو ایک مسلم شخص کو خدا عطا کرتا ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے''۔ ابو جھینہ نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں عقل مندی اور دانائی کی باتیں ہیں اور قیدیوں کی رہائی کے بارے میں اور یہ کہ کسی کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ مدینہ حرمت والا ہے جو شخص اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے لیے جانور ذبح کرے گا خدا کی اس پر لعنت ہو گی۔ تمام مومنین کا خون برابر ہے۔ مومنین کا چھوٹے سے چھوٹا فرد بھی ان کا ذمہ لے سکتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ اس صحیفہ میں فرائض وصدقات بھی تھے (۵۸)۔ حضرت علیص نے جس فہم کا تذکرہ کیا ہے۔اس سے مراد فقہ ہے۔

۴۔ **تاریخ وانساب:** ایک اور اہم مضمون علم تاریخ تھا۔ خود قرآن پاک اقوام سابقہ کی ایک مستند ترین تاریخی دستاویز ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ الله ﴾(۵۹) (اے نبیؐ! لوگوں کو ایام اللہ یاد دلائیں)۔

علم الانساب زمانہ جاہلیت میں بھی ایک معروف علم تھا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ علم انساب کسی گروہی یا انفرادی تفاخر و غرور یا کمزور قبائل پر تغلب کے لیے نہیں تھا۔ بلکہ یہ محض جان پہچان کے لیے تھا اور صلہ رحمی، قتل، دیت اور میراث جیسے مسائل کے لیے تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ﴾(۶۰) (اور ہم نے تم کو مختلف گروہ اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو)۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: (( تعلّموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم))(۶۱) (تم اپنے انساب کا علم حاصل کرو کیونکہ اس سے صلہ رحمی بہتر طور پر کر سکو گے)۔ صحابہ کرامث میں حضرت ابو بکر صدیق ص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب کی ماہر تھیں یہ مسلمانوں کا امتیاز ہے۔

**۵۔ علم الحساب وعلم الفرائض:** اگرچہ یہ دو علیحدہ علیحدہ فن ہیں لیکن چونکہ فرائض میں بھی علم حساب کا استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم نے دونوں کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ علم فرض کفایہ ہے۔ گویا اہل علم پر اس علم کا حاصل کرنا لازمی ہے: اس بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (( **تعلّموا الفرائض وعلّموها فانه نصف العلم وهو ينسى وهو أوّل علم ينزع من أمّتى** )) (٦٢) (تم فرائض کی تعلیم حاصل کرواور اسے سکھاؤ کیونکہ یہ نصف دین ہے۔ یہ بھلا دیا جائے گا میری امت سے سب سے پہلے یہی علم کھینچ لیا جائے گا)۔

دوسری حدیث میں ہے(( **تعلّموا الفرائض فإنَّهَا من دينكم** )) (٦٣) (تم فرائض کا علم حاصل کرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصّہ ہے)۔

علم الحساب کو حضور ﷺ کتنا اہم سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس دعا سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاویہ ؓ کے لیے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا(( **اللهم علّم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب** )) (٦٤) (اے اللہ ! معاویہ کو لکھنا اور حساب کرنا سکھا اور اسے عذاب سے بچا)۔

**٦۔ علم طب** :جب ہم نصاب تعلیم میں علم طب کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں نبی پاک کا عہدِ مبارک، حالات اور پس منظر ہوتا ہے۔ ہر دور کی سائنس اپنے عہد تک محدود ہوتی ہے۔ عرب معاشرہ ایک سادہ معاشرہ تھا۔ ان کی غذائیں نہایت سادہ تھیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہاں بیماریوں کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ البتہ گرم علاقوں کی جو ہلکی پھلکی غذائیں یا بیماریاں ہوتی ہیں وہ عرب میں موجود تھیں۔ حضرت محمد ﷺ سے صحت، غذا اور بیماری کے بارے میں جو ارشادات منقول ہیں وہ اسی عہد تک محدود ہیں۔

آپ ﷺ کے متعلق یہ حدیث ہے(( **لم يجمع ﷺ بين سمك ولبن ولا بين لبن وشيء من الحوامض ولا بين غذائين حارّين ولا باردين لزجين ولا بين قابضين ولا قابض ومسهلٍ** )) (٦٥) (نبی اکرمؐ نے مچھلی اور دودھ کو کبھی یکجا کر کے نہیں کھایا۔ نہ کبھی دودھ اور ترش خوراک کو یکجا استعمال کیا اور نہ کبھی دو گرم غذاؤں کو ملا کر کھایا اور نہ دو ٹھنڈے مزاج والی غذاؤں کو استعمال کیا۔ دو قبض کرنے والی یا ایک قبض اور دوسری مسہل غذا کو کبھی یکجا نہیں کیا)۔

ایک شخص کو پیٹ کی بیماری لاحق ہوئی۔ نبی پاک ﷺ نے اسے شہد استعمال کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کی تکلیف دور نہ ہوئی تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ((صدق الله وكذب بطنك ))(٦٦) (اللہ نے شہد کو شفاء سچ کہا ہے۔ تمہارا پیٹ غلط بتا رہا ہے)۔

**۷۔ علم الافلاک:** یہ سائنسی علم تھا۔ اس علم کا تعلق رمل، جفر، یا قسمت کے بنانے یا بگاڑنے سے نہیں ہے بلکہ اپنے ماہ و سال کا حساب کتاب رکھنے کے لیے اس علم کا حصول انتہائی ضروری ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿ **هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِياء وَالْقَمَرَ نُوراً وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ** ﴾(٦٧) (وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور پھر ان کی منازل مقرر کیں تاکہ تم لوگ اپنے ماہ و سال کو جان سکو اور زندگی کے مسائل کا حساب لگا سکو)۔

**۸۔ لغت العرب:** تاریخی حقائق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو قوم اپنی زبان کو ترک کر دیتی ہے یا اسے نظر استہزاء سے دیکھتی ہے وہ قوم یا تو غلام ہوتی ہے یا غلام رہ چکی ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ ایک آزاد اور خود مختار حکومت کے سربراہ تھے۔ آپ نے اپنا تعلیمی نظام اور اس کی پالیسی کو عربی زبان میں پھیلایا کیونکہ یہ عربوں کی مادری زبان تھی اس کے علاوہ عربی لغت میں خدا تعالیٰ نے چند ایسی خوبیاں رکھی ہیں جو دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے تمام مضامین کی تعلیم عربی زبان میں ہی دی اور انہیں عربی زبان میں مدون کرایا۔

**۹۔ عصری زبانوں کا سیکھنا:** عربی زبان کو علمی یا نصابی زبان اختیار کرنا ایک قومی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ علمی تعصب سے بہت بالا تھے۔ آپ ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی۔ حضرت زید بن ثابت کو آپ ﷺ نے عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا(٦٨)۔

صحابہ کرام میں سلمان فارسیؓ، کعب الاحبارؒ، ابو ہریرہؓ اور وہب بن منبہؒ اور حضرت زید بن ثابتؓ عربی کے ساتھ ساتھ عبرانی زبان کے بھی ماہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمی پالیسی کے نصاب کی نشر و اشاعت اپنی قومی اور مادری زبان میں کی۔ آپ کی پالیسی ہر قسم کے مذہبی، گروہی اور لسانی تعصّبات سے پاک تھی۔ آپ ﷺ کے نزدیک علم اگر کسی غیر مسلم سے بھی حاصل کرنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے((الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو أحق بها ))(٦٩)

(حکمت تو مومن کی گمشدہ میراث ہے وہ اسے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے)۔

## 2۔ ہم نصابی سرگرمیاں:

ایک مکمل انسان بننے کے لیے نظریہ یا علم کے علاوہ کچھ اور چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام جہاں انسان کی روحانی زندگی کے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کرتا ہے وہاں اس کی جسمانی زندگی یا معاشرتی زندگی کے لیے بھی راہ ہموار کرتا ہے تاکہ ایک مسلمان جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے ایک مکمل شخصیت کا روپ دھار سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے طالب علموں کا تزکیہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی اور معاشرتی دلچسپی کا بھی خیال رکھا اور نظریاتی نصاب کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصّہ لینے کے لیے اپنے صحابہ کو ترغیب دی۔

ا۔ شکار : شکار عربوں کی قدیم روایت تھی۔ حضرت حمزہ عہد جاہلیت میں سب سے مشہور شکاری تھے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُه مَتَاعاً لَّكُمْ وَلِلسيَّارَة ﴾(٧٠)(تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کی کھانے کی اشیاء حلال قرار دی گئی ہیں یہ تمہارے لیے اور مسافروں کے لیے سامان حیات ہے)۔

صحابہ کرام شکار مختلف طریقوں سے کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے شکار کے متعلق کئی ہدایات دی ہیں۔

(الف) سدھائے ہوئے کتوں سے شکار: حضرت عدی بن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((إذا أرسلت کلابك المعلمة وذکرت اسم الله علیها فکل ما أمسکن علیك وان قتلن إلا ان یاکل الکلب، فان اکل الکلب فلا تاکلفانی اخاف ان یکون انما امسك علی نفسه وان خلطها کلاب اخر فلا تأکل)) (٧١) (جب تم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو تو خدا کا نام لے کر چھوڑو۔ اگر کتا تمہارے

لیے شکار پکڑے رکھے تو تم اسے کھالو۔ اگر کتا شکار کو کھالے تو اسے مت کھاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شکار اپنے لیے پکڑا ہو۔ اگر اس شکار میں کوئی دوسرا کتا بھی شریک ہو جائے تو اسے بھی مت کھاؤ)۔

(ب) باز سے شکار: سدھائے ہوئے باز سے بھی صحابہ شکار کرتے تھے۔ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے باز سے شکار کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: " فكل مما أمسك عليك "(۷۲) (جو تیرے لیے پکڑے رکھے اسے کھالو)۔

(ج) تیر سے شکار: صحابہ کرام تیر سے بھی شکار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم سے فرمایا: ((**اذا رميت بسهمك فاذكر اسم الله فانّ وجدته قد قتل فكل الاّ ان تجده قد وقع فى ماء فلا تاكل فانّك لا تدرى الماء قتله او سهمك**)) (۷۳)(جب تم اپنا تیر پھینکو تو اس پر اللہ کا نام لیا کرو۔ اگر تم دیکھو کہ تیر کی وجہ سے شکار مر گیا ہے تو اسے کھالو۔ البتہ اگر وہ پانی میں گر جائے تو مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ پانی کی وجہ سے مرا ہے یا تمہارے تیر کی وجہ سے)۔

(د) معراض سے شکار: صحابہ کرام "معراض" سے بھی شکار کرتے تھے۔ معراض ایسی لکڑی ہوتی تھی جس کا آخری سرا بہت تیز ہوتا تھا یا اس کے آخری سرے پر تیز دھار لوہا لگا ہوا تھا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ ﷺ سے معراض کے بارے میں پوچھا" تو انہوں نے فرمایا:

((**اذا اصاب بحده فكل واذا اصاب بِعرضه فقتل فانه وقيذ فلا تأكل**)) (۷۴) (جب تیرا معراض شکار کو سیدھا اپنی نوک سے لگے تو شکار کو کھالے اور جب وہ اپنے عرض یا چوڑائی سے لگے اور مر جائے تو اسے نہ کھا)۔

**۲۔ تیراندازی:** ہم نصابی سرگرمیوں میں دوسرا اہم مشغلہ تیراندازی تھا۔ یہ بھی عربوں کا قدیم ثقافتی ورثہ تھا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ جہاد میں ہوتا تھا۔ یہ مشغلہ کے علاوہ فریضہ جہاد کے لیے ہمہ وقت تیاری تھا۔

ارشاد ربانی ہے﴿ **وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ** ﴾ (۷۵)(تم دشمن کے خلاف حسب استطاعت اپنی طاقت تیار رکھو)۔

ابن حجر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں ”یہاں قوۃ سے مراد تیر اندازی ہے۔ عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت کی اور تین بار فرمایا: ”قوۃ“ سے مراد تیر اندازی ہے۔

ایک اور روایت میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں: **((کنّا نصلّی مع رسول اللہ ﷺ المغرب ثمّ ترجع فنترامی حتی ناتی دیارنا فما یخفی علینا مواقع سھامنا))** (۷۶)(ہم رسولؐ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے پھر واپس جاتے وقت تیر اندازی کی مشق کرتے جاتے تھے۔ حتی کہ ہم اپنے گھروں میں پہنچ جاتے تھے۔ اتنے اندھیرے میں بھی ہمارے تیروں کا نشانہ صحیح بیٹھتا تھا)۔

صحابہ کرام میں حضرت سعد بن ابی وقاص تیر بناتے اور تیز کرنے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔

**۳۔ تیراکی:** یہ فن بھی عربوں کے ہاں زمانہ قدیم سے چلا آ رہا تھا۔ عربوں میں جو آدمی تیر اندازی، تیراکی اور کتابت میں ماہر ہوتا تھا اسے ”الکامل“ کہا جاتا تھا۔ تیراکی نہ صرف سیلاب اور طغیانی سے جان بچانے کا سب سے اہم فن ہے بلکہ ایک مؤثر جسمانی ورزش بھی ہے۔ اُم سلمہ کے غلام احمد لوگوں کو نہر پار کراتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا تم تو ”سفینہ“ ہو (یعنی کشتی کا کام کرتے ہو) للہذا وہ سفینہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن الزبیر بہت بڑے ماہر تیراک تھے۔ جن دنوں بیت اللہ سیلاب کی زد میں آیا تھا تو انہوں نے ایام حج میں تیر کر کعبہ کا طواف کیا تھا(۷۷)۔

**۴۔ شمشیر زنی:** تیر اندازی کے ساتھ ساتھ تلوار زنی بھی ایک مشغلہ تھا۔ عرب قوم تو دنیا کی بڑی جنگجو قوم تھی اور اس وقت جنگ کا سب سے بڑا ہتھیار تلوار تھا۔ فن حرب کا یہ سب سے بڑا فن تھا اور عربوں کی عسکری روایات کا سب سے بڑا امین، تمام صحابہ کرامؓ بلا کم وکاست شمشیر زن تھے۔ مشہور صحابی حضرت خباب بن الارت تلواریں بنانے کا کام کیا کرتے تھے(۷۸)۔

**۵۔ جسمانی دوڑ:** دوڑنا صحت کے لیے نہایت ہی ضروری ورزش ہے۔ اسے اطبائے قدیم سے لے کر جدید اطباء تک سبھی نے تسلیم کیا ہے۔ اس سے تھکاوٹ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ انسانی خون تیزی سے گردش کرتا ہوا تمام جسم تک پہنچتا ہے جس سے خون کی نالیاں صاف رہتی ہیں۔ جسم سے فاسد مادوں کے نکاس کے لیے دوڑ سے زیادہ مؤثر اور کوئی مشغلہ نہیں ہے۔

قرآن پاک کی رُو سے دوڑ بھی ازمنہ قدیم سے ایک ورزش کے طور پر لگائی جاتی رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا ﴾(۷۹) (حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا اے ابا جان ہم دوڑ لگانے چلے گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے)۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں(( **خرجت مع رسول الله ﷺ فی بعض اسفاره وانا جارية لم احمل اللحم ولم ابدن فقال للنّاس تقدّموا افتقدّموا ثمّ قال حیّ اسابقك فسابقته فسبقت عنه حتّی حملت اللحم وبدنت وسمنت وخرجت معه فی بعض اسفاره فقال للنّاس تقدّموا افقالا سابقك فسبقتنی فجعل یضحك ویقول هذا بتلك** ))(۸۰) (میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلی میں نازک لڑکی تھی میرے جسم پر گوشت نہیں چڑھا ہوا اور نہ میرا بدن موٹا تھا۔ رسول ﷺ نے لوگوں سے کہا: تم لوگ آگے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ کچھ دور آگے چلے گئے۔ آپ نے مجھ سے کہا آؤ دوڑ لگاتے ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی تو ان سے آگے نکل گئی۔ آپ خاموش رہے۔ جب میرے جسم پر گوشت آگیا میرا بدن بھاری ہو گیا اور وہ موٹاپے کی طرف مائل ہو گیا تو اگلے سال پھر آپؐ کے ساتھ سفر پر نکلی، آپؐ نے لوگوں سے کہا تم لوگ ذرا آگے چلے جاؤ۔ سب لوگ آگے چلے گئے۔ آپ نے کہا میں تمہارے ساتھ دوڑ لگاتا ہوں۔ اس بار وہ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ہنستے ہوئے کہا یہ پہلی دوڑ کا بدلہ ہے)۔

۶۔ کُشتی لڑنا: ابو داؤد و ترمذی میں روایت ہے کہ رکانہ نے محمد ﷺ کے ساتھ کشتی لڑی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ محمد ﷺ نے رکانہ کے بیٹے یزید بن رکانہ سے بھی کشتی لڑی تھی۔ اس کے علاوہ ابو الاسود الجمعی کے ساتھ بھی کشتی لڑی تھی۔ کانہ ایک نہایت طاقتور انسان تھا وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا تو دس آدمی اس کے اطراف سے چمڑا کھینچتے تھے۔ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھٹ جاتا تھا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں تھا۔ اس نے محمدؐ کو کشتی کی دعوت دی اور کہا اگر آپ ﷺ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا(۸۱)۔

جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے "**السارعة الی المصارعة**" اس میں رسول اللہ ﷺ کی رکانہ کے ساتھ کشتی کے علاوہ ان چھوٹے صحابہ کی کشتیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے جہاد

ہیں شریک ہونے کی خاطر کشتی لڑی تھی۔ اس کے علاوہ حسن و حسین نے نبی پاک کے سامنے کشتی لڑی تھی (۸۲)۔

تعلیمی اقدامات: عہد نبوی میں تعلیم اور تعلم پر شروع ہی سے رسول اللہ ﷺ کی توجہ مبذول رہی۔ اگرچہ مکہ مکرمہ میں کفار و مشرکین کی ایذارسانیوں اور حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے کوئی باقاعدہ درس گاہ نہیں تھی۔ اس کے باوجود معلم انسانیت ﷺ کسی نہ کسی طرح صحابہ کرامؓ کو قرآن اور اسلام کی بنیادی تعلیم دیتے تھے۔

ا۔ مکہ مکرمہ میں تعلیم و تعلم:

موسم حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے تھے۔ جس کی بدولت متعدد قرأ و معلّمین تیار ہوئے۔ حضرت خباب مکہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ ہجرت عامہ سے پہلے قباء میں، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن مکتوم (عمرو بن قیس) نقیع الخصمات میں اور حضرت رافع بن مالک زرقی مسجد بنی زریق میں تعلیمی خدمات انجام دیتے تھے، یہ سب مکہ معظّمہ کے فضلاء و فارغین ہیں۔ ان کے اصحاب و تلامذہ مدینہ منورہ کی مساجد میں إمامت اور تعلیم کی خدمات انجام دیتے تھے (۸۳)۔

۲۔ دار ارقم کا قیام: مکہ میں تعلیم کے پھیلاؤ کے لیے حضرت ارقم بن ابی ارقم بن عبد مناف بن جندب اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کا مکان تھا۔ حضور ﷺ نے عرصہ دراز تک اسے تبلیغ، تدریس اور نماز کا مرکز بنائے رکھا۔ اسی مکان میں سیدنا فاروق اعظمؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس دور میں مسجد ابوبکر صدیقؓ، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب کو کسی حد تک درس گاہ کہا جاسکتا ہے (۸۴)۔

۳۔ مدینہ منورہ میں تعلیم و تعلم: اسلام کی تاریخ میں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ نے ابتداء ہی سے ایک مستقل دارالعلوم کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ جس سے نہ صرف جزیرہ عرب فیض یاب ہوا بلکہ علم کی شعاعوں نے ساری دنیا کو بقعۂ نور بنا دیا۔ مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس اور حلقے جاری تھے۔ جن میں بطور خاص بنو نجار، بنو عبدالاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی

مساجد میں اس کا انتظام تھا، اور عبادہ بن صامت، عتبہ بن مالک، معاذ بن جبل، عمر بن سلمہ، اسید بن حضیر، مالک بن حویرث رضوان اللہ عنہم اجمعین۔ ان کے آئمہ اور معلّمین تھے (۸۵)۔

ان درس گاہوں میں قرآن مجید کی بنیادی تعلیم اور دین کے بارے میں آگاہی مہیا کی جاتی۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر ص کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں(۸۶)۔ایک روایت میں ہے (( **أمره أن يقرأه القرآن ويعلمهم الاسلام ويفقهم فى الدين فكان يسمى المقرى بالمدينة** ))(۸۷) (آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کے متعلق بصیرت پیدا کریں، چنانچہ وہ مدینہ میں مقری کے نام سے یاد کیے جانے لگے)۔

سیدنا عبداللہ بن سعید بن العاص زمانہ جاہلیت سے خوش نویسی ہیں مشہور تھے۔اور کاتب کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں کتابت اور املاء سکھانے پر مامور فرمایا(۸۸)۔سیدنا عبادہ بھی قرآنی تعلیمات کے علاوہ تحریر وکتابت کی مشق کرانے کی خدمت پر مامور تھے(۸۹)۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوجھینہ کو مدینہ منورہ میں طلب کیا تاکہ وہ لوگوں کو تحریر وکتابت کا فن سکھائیں(۹۰)۔

سیدنا ابونافع مولیٰ سیدنا عبداللہ بن عمر ص املا کرتے اور طلباء ان کے پاس بیٹھ کر کتابت کی مشق کرتے تھے(۹۱)۔

الغرض انصار کے ہر گھر نے تعلیمی درس گاہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔مدینہ منورہ میں تحریکِ اسلام کو آزاد ماحول میسر آیا تو معلم کتاب وحکمت نے سب سے پہلے تعلیم وتربیت کے مسئلے کو مستقل اور پائیدار بنیادوں پر حل کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

۴۔ صفہ اکیڈمی اور اصحاب صفہ: آپ ﷺ کی پیغمبرانہ حکمت وبصیرت کا فیصلہ یہ ہوا کہ تعلیم وتربیت کا مرکز ایسا ہونا چاہیے جہاں ہر روز مقررہ اوقات پر مسلمانوں کا اجتماع ہو اور اس اجتماع کی حیثیت گویا فرض ووجوب کی ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک حصّہ بطور درس گاہ "صفہ"

مختص کیا، جسے اسلامی تاریخ میں پہلی باقاعدہ درس گاہ اور اصحاب صفہ کو طالبان علم کی پہلی جماعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

یہ دراصل ایک کھلی اقامتی(Residential) درس گاہ تھی، جس میں ہر چھوٹا،بڑا شخص تعلیم وتربیت حاصل کرتا تھا،انہیں "اصحاب صفہ" کہتے تھے،اس اعتبار سے اگر مسجد نبوی کی اس درس گاہ کو عصر حاضر کی اقامتی اور کھلی درس گاہوں کا پیش خیمہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا(۹۲)۔

اس اقامتی درس گاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فقہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی،قرآن کریم کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں، فن تجوید سکھایا جاتا تھا اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست بھی تھا۔یہاں اعلیٰ تعلیم تو خود رسول اللہ ﷺ دیا کرتے تھے۔ لیکن ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانا یہ کام نوجوان صحابہ رضاکاروں کے سپرد تھا(۹۳)۔

رسول اللہ ﷺ وہاں رہنے والوں کی خوراک وغیرہ کا بھی خود بندوبست کیا کرتے تھے۔یہاں دی جانے والی تعلیم کے متعدد شعبے تھے جو متعدد لوگوں کے سپرد تھے(۹۴)۔اس درس گاہ نبوی کے وقار وتمکنت کا یہ ماحول تھا کہ صحابہ رسول ﷺ کے حلقۂ درس میں ہمہ تن گوش رہتے۔ حضرت اُسامہ بن شریک کا بیان ہے:

**((أتيت رسول الله واصحابه حوله كان على رؤسهم الطير))** (۹۵)(ایک مرتبہ میں رسول ﷺ کے حلقۂ درس میں حاضر ہوا،اس وقت صحابہ آپ ﷺ کے اطراف ایسے بیٹھے تھے۔ جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی، فقط تہہ بند تھا یا کمبل جسے کبھی اپنی گردنوں پر باندھ لیتے تھے اور کمبل بھی اس قدر چھوٹا تھا کہ کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک اور ہاتھ سے اس کو تھامتے کہ کہیں ستر کھل نہ جائے(۹۶)۔

فضالہ بن عبید کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھاتے تو اصحاب صفہ بھوک کی شدت کی وجہ سے کھڑے کھڑے زمین پر گر جاتے تھے اور اعراب انہیں مجنون اور دیوانہ کہتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نماز کے

بعد ان کے پاس آتے اور تسلی دیتے((لو تعلمون مالكم عند الله تعالى لاحببتم ان تزدادوا فاقة وحاجة ))

(۹۷)(اگر تم یہ جان لو کہ اللہ کے یہاں تمھارے لیے کیا اجر وثواب ہے تو خواہش کروگے کہ فقر وفاقے میں زیادہ مبتلا رہو)۔

عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں کہ میں ایک سال ابوہریرہ کے ساتھ رہا اک دن فرمانے لگے کاش! تو ہمارا وہ زمانہ بھی دیکھتا کہ جب کئی کئی دن ہم پر ایسے گزرتے تھے کہ اتنا کھانا بھی میسر نہ آتا تھا۔ جس سے ہم اپنی کمر سیدھی کرلیں، یہاں تک کہ مجبور ہو کر پیٹ سے پتھر باندھتے تھے تاکہ کمر سیدھی ہوسکے(۹۸)۔

اصحاب صفہ کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تک لکھی ہے(۹۹)۔ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے علم دین اُٹھ جانے کی بات کہی تو صحابہؓ نے حیرت اور تعجب کے ساتھ سوال کیا کہ علم باوجود اس قدر اشاعت کے کیسے اُٹھ جائے گا؟ زیاد بن لبید سے منقول ہے((قالو! يا رسول الله وكيف يذهب العلم ونحن نقرأ القرآن، ونقرأه ابنائنا ويقرأه ابناؤنا ابنائهم)) (۱۰۰)

(صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! علم کیسے ختم ہو جائے گا؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں، اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے لڑکے اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں)۔

۵۔ وفود کے ذریعہ ترویج تعلیم: دور دراز علاقوں میں آباد قبائل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے اور انہیں علوم دینیہ سے روشناس کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ قبائلی نمائندے تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ آتے، جن کی تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کی رحمت عالم ﷺ خود نگرانی فرماتے تھے۔

وفد عبدالقیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمیں اسلامی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں، تاکہ ہم اسلامی احکام پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے قبیلہ کے ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکے تبلیغ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں توحید ورسالت، نماز زکوۃ اور مال غنیمت کے مسائل واحکام کی تعلیم دی(۱۰۱)۔سیدنا مالک بن الحویرث بیان کرتے ہیں کہ(( أتيت رسول الله ﷺ في نفر

من قومي، ونحن شببة، فاقمنا عنده عشرين ليلة، وكان رسول الله رفيقا، فلما رأى شوقنا الى أهلينا، قال ارجعوا الى أهليكم فكونوا فيهم فمروهم وعلموهم، وصلوا كمارأيتموني أصلي فاذا حضرت الصلاة ، فليؤذن لكم أحدكم )) (۱۰۲)

((میں اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم لوگ بیس دن تک مدینہ منورہ میں رہے، پھر جب رحمت عالم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ اب ہمارے دل اپنے اقارب کی ملاقات کے لیے بیتاب ہیں تو آپ ﷺ نے ہمیں واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی اور تاکید فرمائی کہ جس قدر دینی تعلیم تم حاصل کر چکے ہو اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تعلیم دو اور انہیں بھی نماز کا حکم دو۔ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے اذان بھی کہو)۔

اسی طرح وفد بنو تمیم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدت تک مدینہ منورہ میں قیام کرکے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی (۱۰۳)۔

۶۔ تدریس بذریعہ خط وکتابت: رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات گرامی کی تعداد ۳۰۰ ہے۔ آپ ﷺ نے جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مختلف سلطنتوں کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھوائے۔ چنانچہ عمان میں جلندی کے بیٹے عماد اور جعفر کو یمامہ میں ثمامہ بن اثال اور ھوذہ بن علی کو بحرین میں منذر بن ساویٰ کو ملک شام میں حارث بن ابی شمہ اور جبلۃ بن الایہم کو ملک روم میں ہرقل کو ملک فارس میں کسریٰ کو ملک مصر میں مقوقس کو اور ملک حبشہ میں الاصمہ بن ابجر کو خطوط بھیجے (۱۰۴)۔

ان تبلیغی خطوط میں عرب کے طرز تحریر کے مطابق خدا کے نام کے بعد آنحضرت ﷺ کا نام اور پھر مکتوب الیہ کا نام ہوتا۔

## رسول اللہ کا طریقہ تعلیم:

پیغمبر اسلام بنی نوع انسان کے معلم اعظم تھے۔ آپ ﷺ کا طریقہ تعلیم دنیا کے معلّمین سے بالکل جدا تھا جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ باقی انبیاء کرام بھی اپنی اپنی امتوں کے معلم تھے۔

لیکن اس عظیم معلم اور پیغمبر اسلام نے جہانبانی کے وہ اصول سکھائے جن کی نظیر قبل کے تاریخی زمانوں میں بھی نہیں ملتی۔

حضور اکرم ﷺ کا طریقہ تعلیم بڑا موثر، سہل اور پر کشش تھا۔ جس شخص کو جتنی فرصت ملتی وہ اتنی ہی فرصت میں کافی علم حاصل کر لیتا اور اپنے علاقے کا داعی یا مبلغ بن کر حضور ﷺ سے رخصت ہو جاتا۔

**ا۔ حصول علم کے لیے طلبہ کا باری مقرر کرنا:**

کچھ صحابہ کرامؓ صباحی مجلس میں حاضر رہتے تھے مگر اکثر کاروبار کی مجبوریوں کے باعث خود مجلس نبوی میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ حاضر صحابہ کرام سے وہاں کی گفتگو سنتے تھے اور باخبر ہو جاتے تھے۔ بعض صحابی باری مقرر کر لیتے تھے۔ ایک دن ایک جاتا اور دوسرے دن دوسرا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس بات کی تعلیم دیتے تاکہ کوئی شخص علم سے محروم نہ رہ جائے۔

حضرت عمر کی مثال موجود ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میرا ایک انصاری پڑوسی تھا جو مدینہ کے بالائی علاقہ میں بنو امیہ بن زید کے قبیلہ کا تھا۔ ہم باری باری رسول ﷺ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ جب میں مجلس میں حاضری دیتا تو اس دن کی وحی اور تمام دوسری باتوں کی اطلاع اسے دیتا تھا اور جب وہ حاضر ہوتا تھا تو وہ تمام معلومات مجھے بہم پہنچاتا تھا (۱۰۵)۔

**۲۔ طالب علم کی ذہنی استعداد کے مطابق گفتگو کرنا:**

رسول اللہ ﷺ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا لہجہ صاف ہوتا تھا۔ بولتے وقت ایک ایک لفظ سمجھ میں آجاتا تھا۔ عموماً آپ ﷺ ایک جملے کو تین مرتبہ دہراتے اور وعظ بھی مختصر ہوتا تھا۔ تاکہ طبیعت میں ملال پیدا نہ ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ((حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون یکذب اللہ ورسولہ ))(۱۰۶) (لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جنہیں وہ جانتے ہیں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے؟)۔

**۳۔ صاف اور شُستہ انداز بیان:**

آپ کا انداز بیان صاف اور شستہ ہوتا تھا۔ ہر بات کو اچھے طریقے سے پیش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ

مختصر مگر جامع تقریر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تقریر فرماتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح سمجھ جائیں اہم چیز پر زور دینے کے لیے اس کو تین بار دہراتے۔

حدیث شریف میں ہے (( **اذا تکلّم بکلمة اعادها ثلثا حتّی تفهم عنه واذا اتی علی قوم فسلّم علیهم ثلثا** ))(۱۰۷) (حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ جب کوئی بات کہتے تو تین مرتبہ اس کا اعادہ فرماتے یہاں تک کہ لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے اور جب آپ ﷺ کسی جماعت کے پاس سے گزرتے اور اس کو تین مرتبہ سلام کرتے)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: (( **ما کان رسول الله ﷺ لیسرد سردکم هذا ولکنه کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظ من جلس الیه** "(۱۰۸) (رسول اللہ تمہاری طرح اپنی بات جلدی جلدی بیان نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ایک بین اور مفصل کلام سے گفتگو کرتے تھے تاکہ جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہو اسے یاد کرلے)۔

طول کلام آپ کو پسند نہ تھا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے میں وہ عربی ہوں جسے کلام میں اختصار دیا گیا ہے اور با معنی کلام سے نوازا کیا ہے۔ آپ کا سب سے طویل خطبہ "حجۃ الوداع" کا خطبہ ہے۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ بے حد مختصر ہے۔

خود نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: (( **بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرّعب وبین انا نائم اوتیتُ بمفاتیح خزائن الأرض فوضعت فی یدي قال ابو هریرة فذهب رسول الله ﷺ وانتم تنتثلونها** "(۱۰۹) (مجھے جوامع الکلم عطا کرکے نبی بنایا گیا ہے اور میرے رعب کی وجہ سے مجھے فتح دی جاتی ہے میں سویا ہوا تھا مجھے زمین کے تمام خزانے عطا کیے گئے جنہیں میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ چلے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو)۔

### ۴۔ تعلیم میں اعتدال:

آپ ﷺ تعلیم میں اعتدال کو پیش نظر رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہر وقت تعلیم میں مشغول نہیں رکھتے تھے۔ آپ فطری انداز میں تعلیم دیتے تھے تاکہ طالب علم اکتانہ جائیں اور

ان کی گھریلو زندگی میں فرق نہ پڑے۔

**(( کان عبداللہ بن مسعود یذکر الناس فی کلہ خمیس وقال لہ رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انّك ذکّرتنا فی کلّ یوم قال اما انہ یمنعنی من ذالك انّی اکرہ ان املّکم وانّی اتخوّلکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ ﷺ یتخوّلنا بھا مخافۃ السآمۃ علینا ))** (۱۱۰) (عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے (ایک روز) ایک شخص نے ان سے کہا اے عبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ روزانہ ہم کو وعظ و نصیحت فرمایا کریں، عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ایسا اس لیے نہیں کرتا کہ کہیں تم اکتا نہ جاؤ۔ میں نصیحت کے معاملہ میں تمہاری اس طرح خبر گیری کرتا ہوں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ ہماری خبر گیری کرتے تھے اور ہمارے اکتا جانے کا خیال کرتے تھے)۔

### ۵۔ تعلیم کی اشاعت میں ترغیبات وہدایات:

علم کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ حیات کے تمام گوشوں پر حاوی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا وہ حضرات جو تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے ہیں اگر کوئی شخص ان سے کوئی بات پوچھے اور جواب دینے والے کو اس کا علم ہو تو وہ اس کا جواب ضرور دے تاکہ سوال کرنے والا مطمئن ہو سکے۔ آپ ﷺ نے علم کو پوشیدہ رکھنے کی سخت ممانعت فرمائی۔

حدیث شریف میں ہے: **(( قال رسول اللہ ﷺ من سئل عن علم علمہ ثمّ کتمہ ألجم یوم القیامۃ بلجام من نار ))** (۱۱۱) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم تھی مگر اس نے چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی)۔

اس طرح حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: **((لیبلغ الشاھد الغائب فانہ ربّ مبلّغ یبلغہ اوعٰی لہ من سامع))** (۱۱۲) (یعنی جو حاضر ہیں وہ غائب تک میری تعلیم پہنچا دے کیونکہ بعض اوقات جس کی طرف علم پہنچایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے)۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: **(( افضلکم من تعلّم القرآن وعلّمہ ))** (۱۱۳) (تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن مجید سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے)۔

۶۔ **تدریس میں ادب واحترام کا خیال:**

آپ ﷺ کی تعلیم کا مقصد ادب واحترام سکھانا بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ مزکی وحکیم بھی تھے۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: (( **لا يقيم احدكم اخاه من مجلسه ثمّ يجلس فيه**))(۱۱۴)

(تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کو مجلس سے نہ اٹھائے کہ پھر خود اس جگہ پر بیٹھ جائے)۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: (( **لا يحلّ ان يفرّق بين اثنين الاّ باذنهما** ))(۱۱۵)(کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مجلس میں دو آدمیوں کو علیحدہ کرکے خود بیٹھ جائے البتہ ان کی اجازت سے)۔

ایک اور حدیث میں ہے: (( **انّ رجلا قصد وسط الحلقة فقال حذيفة ملعون لسان محمّد او لعن الله على لسان محمّد من قصد وسط الحلقة** "(۱۱۶)(ایک شخص حلقہ مجلس کے درمیان میں جا بیٹھا حضرت حذیفہؓ نے کہا اس شخص پر زبان محمد سے لعنت ہے یا اس پر اللہ نے زبان محمد سے لعنت فرمائی ہے جو مجلس کے بیچ میں آئے)(نمایاں ہونے کی خاطر)۔

۷۔ **طالب علم کی تادیب کے بارے میں ہدایات:**

آپ ﷺ نے دورانِ تعلیم بچوں کی سزا کے بارے میں فرمایا: (( **انفق على عيالك من طولك ولا ترفع عنهم عصاك ادباً واخفهم فى الله** "(۱۱۷)(تم اپنی اولاد پر اپنی دولت میں سے خرچ کرو انہیں ادب سکھانے کے لیے چھڑی استعمال کرو مگر خدا کے لیے نرمی اختیار کرو)۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے شدید ضرورت کے تحت سات سال کی عمر سے سزا دی جا سکتی ہے۔ مگر جسمانی سزا ایسی نہیں دینی چاہیے جو نشان چھوڑنے والی ہو۔ سخت قسم کے تھپڑ یا گھونسے نہیں لگانے چاہئیں)۔

**رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے چند نمونے :**

آنحضرت ﷺ کی اعلی صفات میں سے کمال علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت

ورحمت، ان کی تعلیم وتربیت کے لیے عمدہ اور فصیح اسالیب کا استعمال اور ان کی خبر گیری کے اوصاف اپنے کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔

ا۔ آنخضرت ﷺ کے طرزِ تعلیم کے متعلق حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا اس عرصہ میں آنخضرت ﷺ نے کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی اور جو کام میں نے کیا اس پر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اس پر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا(۱۱۸)۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کا طرزِ تعلیم عموما سوال و جواب کی شکل میں ہوتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے معاذ! تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ((**فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله** ان لا یعذبھم ))(۱۱۹)(اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے)۔

رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجنے لگے تو تعلیم بصورت سوال وجواب فرمائی، سوال کیا کہ تم کس طرح فیصلے کروگے، تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کے مطابق، آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں تمہیں وہ مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول ﷺ میں بھی تمہیں وہ مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا میں اجتہاد کروں گا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( **الحمد لله الّذی وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله** ))(۱۲۰)(تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ کو اس بات کی توفیق دی جس کے ساتھ رسول اللہ راضی ہیں)۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام کو ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کی تعلیم دینے کی خاطر سوال کیا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ اور کون سا دن ہے؟ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ شہر، مہینہ اور دن کے نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے مکہ شریف، ذی الحجہ اور یوم النحر کا نام لیا اور فرمایا کہ جس طرح تمہارا یہ شہر اور یہ تمہارا دن حرمت اور عظمت والے ہیں۔ اسی طرح تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں بھی حرمت اور عظمت رکھتی ہیں (۱۲۱)۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کی جامع تعلیمات میں ہے (( **ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويؤقر كبيرنا** )) (۱۲۲) (جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کر لیا جائے تو دنیا میں ہر قسم کے فساد کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یہ ہے: (( **واحب للناس ما تحب لنفسك** )) (۱۲۳) (تو لوگوں کے لیے وہی بات پسند کر جو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے)۔

مثلاً ہر شخص چاہتا ہے کہ اگر وہ دوسرے کے پاس جائے تو دوسرا اس کے ساتھ عزت سے پیش آئے اور اس کا کام کر دے۔ اسی طرح جب دوسرا شخص آپ کے پاس آئے تو آپ کو بھی اس کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا چاہیے۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (( **من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن فرّج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة** )) (۱۲۴) (جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور جو آدمی کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس تکلیف دور کرے گا)۔

۷۔ ہمسائے کے حقوق کے بارے میں فرمایا (( **لا يدخل الجنة من لايأمن جاره بوائقه** )) (۱۲۵) (وہ آدمی بہشت میں داخل نہیں ہو گا جس کے فتنوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ رہے)۔

۸۔ یتیم کی خبر گیری کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ((من مسح راس یتیم لم یمسحه الالله کان له بکل شعرة مرت علیها یده حسنات )) (۱۲۶) (جو شخص یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرتا ہے اتنی ہی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں)۔

۹۔ نیکی اور گناہ کی پہچان کے لیے ارشاد فرمایا: (( البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك و کرهت ان یطلع علیه الناس))(۱۲۷) (نیکی تو حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہو جائیں)۔

رسول اللہ ﷺ کی چند تعلیمات بطور نمونہ عرض کی گئی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نیابت میں کامل معلم وہی ہو سکتا ہے جو اسی طرز پر تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دے جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طرز عمل پوری دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم ﷺ کی اتباع کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)۔

# حواشی وحوالہ جات


1. Dr. Abdul Haq, The Standard English Urdu Dictionary, (Anjuman Press Karachi, Third Edition 1981) P.340.

2. Thorndike, Comprehensive Dictionary (N.Y. 1958) P.263

3. Encyclopaedia of Dictionaries Shipleyo - Webstor.

4. J. Schacht The Encyclopedia of Islam, (E.J. Brill. Leiden Netherlands London, 1971) Ilm. vol:3, P.1133.

۵۔ الزبیدی المرتضیٰ، اتحاف السادۃ المتقین شرح اسرار احیاء علوم الدین (ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور ص: ۱/ ۷۹

۶۔ ایضاً۔

۷۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات (شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، اشاعت ۱۹۹۳، ص: ۴۲۱۔

۸۔ ایضاً، ص: ۴۲۳۔

۹۔ محمد نواز چودھری، مذاہب عالم (پولیمر پبلیکشنز، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۶ء) ص ۱۷۳۔

۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۷۷

۱۱۔ ایضاً، ۲۱۱۔

۱۲۔ لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا (المطبعۃ العربیۃ، لاہور، ۲۰۰۵ء) ص ۸۴۔

۱۳۔ ابن خلدون، مقدمہ (دار الفکر، بیروت) ص: ۱/ ۴۴۴۔

۱۴۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام (مکتبہ النہضہ، بغداد، الطبعۃ الاولی، ۱۹۷۱ء) ۲۴۹/۸۔

۱۵۔ سورۃ القلم: ۱/۶۸۔

۱۶۔ آلوسی، محمود، بلوغ الارب (مرکزی اردو بورڈ، ۳۶، جی گلبرگ، لاہور) ۱۸۵/۳۔

۱۷۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ۲۵۹/۸۔

۱۸۔ ابن منظور، لسان العرب (دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعہ الاوّلی ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء) ۲/ ۳۵۳۔

۱۹۔ سورۃ البروج: ۸۵/ ۲۱-۲۲۔

۲۰۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ۲۶۶/۸۔

۲۱۔ سورۃ الاعلیٰ: ۱۸/۸۷۔۱۹

۲۲۔ جواد علی، المفصل فی التاریخ قبل الاسلام، ۲۷۳/۸۔

۲۳۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن (المطبعۃ البہیۃ، مصر، ۱۳۴۷ء) ۶/۱۔

۲۴۔ سورۃ العلق: ۱/۹۶-۵۔

۲۵۔ سورۃ القلم: ۴/۶۸۔

۲۶۔ سورۃ العلق: ۵/۹۶۔

۲۷۔ سورۃ التوبہ: ۱۲۲/۹۔

۲۸۔ سورۃ النحل: ۴۳/۱۶۔

۲۹۔ سورۃ الزمر: ۹/۳۹۔

۳۰۔ سورۃ فاطر: ۲۸/۳۵۔

۳۱۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن (دارالسلام الریاض، الطبعہ الاوّلی/۱۹۹۹ء) ص۶۰۱، حدیث نمبر ۲۶۴۲ نمبر ۲۶۴۲۔

۳۲۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (دارالفکر، بیروت) ص: ۱۱۷، حدیث نمبر ۲۵۶۔

۳۳۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن (دارالمحاسن للطباعۃ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) ص: ۸۲/۱، حدیث نمبر ۳۴۷۔

۳۴۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دارالسلام الریاض ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ص: ۳۴/۱: ، حدیث نمبر ۲۲۰۔

۳۵۔ ابن عبدالبر، القرطبیؒ، جامع بیان العلم وفضلہ (دارالفکر، بیروت) ص: ۳۱/۱۔

۳۶۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۳۴/۱، حدیث نمبر ۲۲۴۔

۳۷۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۲۰/۱۔

۳۸۔ سورۃ الجمعہ: ۲/۶۲۔

۳۹۔ سورۃ النحل: ۴۴/۱۶۔

۴۰۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۳۵/۱، حدیث نمبر ۲۲۹۔

۴۱۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، (المکتبہ الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۷ھ) ۱۹۴/۳۔

۴۲۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، ص: ۳/ ۵۷۳۔

۴۳۔ طرطوشی، سراج الملوک (المطبعۃ الازہریہ القاہرہ، ۱۳۱۹ ھ) ص: ۵۶۔

۴۴۔ مولانا معظم الحق، دور نبوی کا نظام حکومت (ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۰۰۳ء) ص: ۳۳۳۔

۴۵۔ الھیثمی، نور الدین علی بن ابی کرم، مجمع الزوائد و منبع الفوائد (مؤسسہ المعارف، بیروت ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء ۱/ ۱۳۰۔

۴۶۔ ترمذی، السنن، ، ص ۴۴۶، حدیث نمبر: ۱۹۱۶۔

۴۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دار السلام الریاض، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء) ص ۲۲، حدیث نمبر ۹۷۔

۴۸۔ ایضاً، ص ۳۲، حدیث نمبر: ۱۰۱۔

۴۹۔ سورۃ الانعام: ۶/ ۵۲۔

۵۰۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ (دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء) ۹/ ۲۴۰۔

۵۱۔ الترمذی، السنن، ص ۶۱۰، حدیث نمبر ۲۶۸۷۔

۵۲۔ جواد علی، المفصل فی التاریخ العرب قبل الاسلام، ۸/ ۲۹۳۔

۵۳۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ (داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاوّلی، ۱۳۲۸ھ) ۱/ ۱۲۹۔

۵۴۔ سورۃ النحل: ۱۶/ ۱۰۳۔

۵۵۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، ۲/ ۲۶۸۔

۵۶۔ ابو داؤد، السجستانی، سلیمان بن الاشعث، المصاحف، (المطبعۃ الرحمانیہ مصر ۱۹۳۶ء) ص: ۲/ ۳۰۔

۵۷۔ الترمذی، السنن، ص ۶۰۳، حدیث نمبر ۲۶۵۷۔

۵۸۔ احمد بن حنبلؒ، المسند (دار الفکر بیروت) ص: ۳/ ۱۷۴؛ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص: ۳۴۴

۵۹۔ سورۃ ابراہیم: ۱۴/ ۵۔

۶۰۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۳۔

۶۱۔ ترمذی، السنن، ص: ۴۵۸، حدیث نمبر ۱۹۷۹۔

۶۲۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۳۹۱، حدیث نمبر ۲۷۱۹۔

۶۳ دارمی، السنن: ۲/ ۲۴۷، حدیث نمبر ۲۸۵۴۔

۶۴۔ احمد، المسند، ص: ۴ /۱۲۷ ۔

۶۵۔ مولانا معظم الحق، دور نبوی کا نظام حکومت، ص: ۳۹۴۔

۶۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص۱۰۰۶، حدیث نمبر ۵۶۸۴۔

۶۷۔ سورۃ یونس: ۵/۱۰۔

۶۸۔ احمد، المسند، ۳۸۸/۴۔

۶۹۔ الترمذی، السنن، ص۶۱۰، حدیث نمبر ۲۶۸۷۔

۷۰۔ سورۃ المائدۃ: ۹۶/۵۔

۷۱۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۴۶۶، حدیث نمبر ۳۲۰۸۔

۷۲۔ ابوداؤد، السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن، (دارالسلام الریاض، الطبعۃ الاوّلی، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء ص: ۴۱۴، حدیث نمبر ۲۸۵۱۔

۷۳۔ ترمذی، السنن، ص: ۳۵۷، حدیث نمبر ۱۴۶۹۔

۷۴۔ دارمی، السنن (شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ مدینہ منورہ، الحجاز) ص: ۱۸/۲، حدیث نمبر ۲۰۱۵۔

۷۵۔ سورۃ الانفال: ۸ /۶۰۔

۷۶۔ احمد، المسند، ۲۶/۴؛ مولانا معظم الحق، دور نبوی کا نظام حکومت، ص: ۳۹۸ ۔

۷۷۔ مولانا معظم الحق، دور نبوی کا نظام حکومت، ص: ۲۷۱۔

۷۸۔ ایضاً، ص ۳۰۵۔

۷۹۔ سورۃ یوسف: ۱۷/۱۲۔

۸۰۔ احمد، المسند، ص: ۲۶۴/۶۔

۸۱۔ مولانا معظم الحق، دور نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۹۵۔

۸۲۔ ایضاً، ص ۲۹۶۔

۸۳۔ قاضی اطہر مبارکپوری، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت (ادارۃ اسلامیات، لاہور) ص: ۱۱۔

۸۴۔ محمد عبدالمعبود، تاریخ مکہ المکرمہ (مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور) ص: ۱/ ۳۵۹۔

۸۵۔ قاضی اطہر مبارکپوری، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص: ۳۷۔

۸۶۔ احمد، المسند، ص: ۲۹۱/۴۔

۸۷۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ (المکتبہ الفاروقیہ، ملتان ۱۹۷۷ء) ص: ۲۶۹/۱ ۔

۸۸۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (داراحیاء التراث العربی، بیروت) ص: ۱۷۵/۳۔

۸۹۔ ابو داؤد، السنن، ص: ۴۹۵، حدیث نمبر ۲۴۱۶۔

۹۰۔ الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن (دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) ۴۲/۲۔

۹۱۔ ابن حجر، العسقلانی، تہذیب التہذیب (دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاوّلی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) ص: ۱۶۴/۱

۹۲۔ صیر احمد ناصر، پیغمبر آخر و اعظم (فیروز سنز، لاہور) ص: ۴۱۷۔

۹۳۔ اکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی (اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۷ئ) ص ۲۹۱۔

۹۴۔ ایضاً، خطبات بہاولپور (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء) ص ۳۰۵۔

۹۵۔ الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ/) ص: ۱۲۳/۲ ۔

۹۶۔ بخاری، الجامع الصحیح (مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۱ء) ص: ۴۸۹/۱ ۔

۹۷۔ قاضی، اطہر مبارکپوری، خیر القرون کی درس گاہیں، ص: ۹۰۔

۹۸۔ ابن حجر، العسقلانی، فتح الباری (دار المعرفہ، بیروت) ص: ۱۱/ ۲۴۲۔

۹۹۔ سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین (نور محمد، اصح المطابع، کراچی) ص: ۱/ ۴۳ ۔

۱۰۰۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ص: ۱/ ۵۵۸۔

۱۰۱۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۱۸ھ) ص: ۶۷۲/۴۔

۱۰۲۔ دارمی، السنن، ص: ۲۳۰/۱، حدیث نمبر ۱۲۵۶۔

۱۰۳۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص: ۴/ ۸۷۔

۱۰۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص: ۱۸۸/۴ ۔

۱۰۵۔ بخاری الجامع الصحیح، ص: ۲۰، حدیث نمبر ۸۹۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص: ۲۷، حدیث نمبر ۱۲۷۔

۱۰۷۔ ایضاً، ص: ۲۲،حدیث نمبر ۹۵۔

۱۰۸۔ ترمذی، السنن، ص ۸۳۰،حدیث نمبر ۳۶۳۹۔

۱۰۹۔ نسائی، السنن (دارالسلام الریاض، الطبعۃ الاوّلی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ص: ۴۲۳،حدیث نمبر ۳۰۸۹۔

۱۱۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱۷،حدیث نمبر ۷۰۔

۱۱۱۔ الترمذی، السنن، ص: ۶۰۱،حدیث نمبر ۲۶۴۹۔

۱۱۲۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۳۶،حدیث نمبر ۲۳۳۔

۱۱۳۔ احمد، المسند، ص: ۱/ ۵۷۔

۱۱۴۔ الترمذی، السنن، ص: ۶۲۲،حدیث نمبر ۲۷۴۹۔

۱۱۵۔ ایضاً، ص: ۶۲۳،حدیث نمبر ۲۷۵۲۔

۱۱۶۔ ایضاً، ص ۶۲۳: ،حدیث نمبر ۲۷۵۳۔

۱۱۷۔ احمد، المسند، ص: ۲۳۸/۵۔

۱۱۸۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ، ص: ۱/ ۱۲۸۔

۱۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱۲۶۸،حدیث نمبر ۷۳۷۳۔

۱۲۰۔ ابوداؤد، السنن، ص: ۵۱۶،حدیث نمبر ۳۵۹۲۔

۱۲۱۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ص: ۴/ ۷۷۰۔

۱۲۲۔ ترمذی، السنن، ص: ۴۴۷،حدیث نمبر ۱۹۱۹۔

۱۲۳۔ ایضاً، ص: ۵۲۸،حدیث نمبر ۲۳۰۵۔

۱۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۳۹۴،حدیث نمبر ۲۴۴۲۔

۱۲۵۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دارالسلام الریاض، الطبعۃ الاوّلی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء) ص: ۴۱، حدیث نمبر ۷۳۔

۱۲۶۔ احمد، المسند، ص: ۲۵۰/۵۔

۱۲۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۱۱۲۰،حدیث نمبر ۶۵۱۶۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆